ہدایت و ضلالت کا راز

انسان کی فطرت میں خدا نے ایک ایسی قوت رکھ دی ہے جو اس کو حق و باطل کے امتیاز اور صحیح و غلط کا فرق سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے حق کی طرف بڑھنے اور باطل سے احتراز کرنے پر مائل کرتی ہے۔ یہی قوت وہ فطری ہدایت ہے جسے خدا اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور جس کی طرف ارشاد خداوندی فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے خلاف ایک اور قوت بھی انسان میں کام کر رہی ہے جو اس کو برائی کی طرف کھینچتی ہے، غلطی اور کج روی کی طرف مائل کرتی ہے اور جھوٹ اور باطل کو اس کے سامنے مزین کر کے پیش کرتی ہے۔ ان دونوں کے ساتھ بہت سی خارجی اور داخلی قوتیں ایسی ہیں جن میں سے بعض ہدایت کی قوت کو مدد پہنچانے والی ہوتی ہیں اور بعض ضلالت کی قوت کو۔ اکتساب علم اور اس کے مختلف مدارج، تربیت اور اس کی مختلف کیفیات، سوسائٹی اور اس کے مختلف احوال، یہ وہ چیزیں ہیں جو باہر سے اس پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ترازو کے دونوں پلڑوں میں سے کسی ایک میں اپنا وزن ڈالتی رہتی ہیں۔ اور انسان کا اپنے اختیارِ تمیزی، اپنی فہم و فراست، اپنی عقل و بصیرت، اپنے ذرائع اکتساب علم سے صحیح یا غلط کام لینا، اور اپنی قوتِ فیصلہ کو بجا یا بے جا استعمال کرنا، یہ وہ چیز ہے جو خود اس کے ارادہ کے تابع ہے اور جس سے وہ ہدایت و ضلالت کی متضاد قوتوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔

اب ہوتا یہ ہے کہ خدا کی بخشی ہوئی ہدایت اور اس کی مسلط کی ہوئی ضلالت دونوں غیر محسوس طور پر اپنا عمل کرتی رہتی ہیں۔ ہدایت کی قوت اسے راہِ راست کی طرف لطیف اشارے کیا کرتی ہے اور ضلالت کی قوت اسے باطل کے طمع پر رجھائے جاتی ہے۔ مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان غلط اثرات سے متاثر ہو کر اور خود اپنی اختیاری قوتوں کو غلط طریقے سے استعمال کر کے ضلالت کے پھندے میں گرفتار ہو جاتا ہے اور ہدایت کی پکار پر کان ہی نہیں دھرتا، کبھی

ایسا ہوتا ہے کہ وہ غلط راستے پر چل رہا ہوتا ہے اور اس دوران میں کچھ بیرونی اثرات اور کچھ خود اس کی اپنی عقل و بصیرت، دونوں مل جل کر اسے گمراہی سے بیزار کر دیتے ہیں اور اس وقت ہدایت کی وہی روشنی جو پہلے مدھم تھی دفعتاً تیز ہو کر اس کی آنکھیں کھول دیتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مدت تک انسان ہدایت اور ضلالت کے درمیان مذبذب رہتا ہے، کبھی ادھر کھنچتا ہے کبھی ادھر، قوت فیصلہ اتنی قوی نہیں ہوتی کہ بالکل کسی ایک طرف کا ہو جائے۔ بعض بدقسمت اسی تذبذب کے عالم میں دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، بعض کا آخری فیصلہ ضلالت کے حق میں ہوتا ہے، اور بعض ایک طویل کشمکش کے بعد ہدایتِ الٰہی کا اشارہ پالیتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ خوش قسمت وہ سلیم الفطرت، صحیح القلب، اور سدید النظر لوگ ہوتے ہیں جو خدا کی دی ہوئی عقل، اس کی عطا کی ہوئی آنکھوں، اس کے بخشے ہوئے کانوں اور اس کی ودیعت کی ہوئی قوتوں سے ٹھیک ٹھیک کام لیتے ہیں۔ مشاہدات اور تجربات سے درست نتائج اخذ کرتے ہیں۔ آیاتِ الٰہی کو دیکھ کر ان سے صحیح سبق حاصل کرتے ہیں۔ باطل کی زینت ان کو رجھانے میں ناکام ہوتی ہے۔ جھوٹ کا فریب ان کو اپنا گرویدہ نہیں بنا سکتا۔ ضلالت کی کج راہیوں کو دیکھتے ہی وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ آدمی کے چلنے کے قابل نہیں ہیں۔ پھر جونہی کہ وہ حق کی طرف رجوع کرتے اور اس کی طلب میں آگے بڑھتے ہیں، حق ان کے استقبال کو آتا ہے، ہدایت کا نور ان کے سامنے چمکنے لگتا ہے اور حق کو حق سمجھ لینے اور باطل کو باطل جان لینے کے بعد پھر دنیا کی کوئی قوت ان کو راہِ راست سے پھیرنے اور گمراہی کی طرف لگانے میں کامیاب نہیں ہوتی۔

(تفہیمات اوّل، ص ۳۱۔۳۲ طبع ۱۹۷۲ء۔ لاہور)

بقیہ: رسائل و مسائل

سکتا تھا۔

۳۔ مستقل امام اسی کو مقرر کرنا چاہیے جس کی داڑھی سنت کے مطابق ہو۔ جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

۴۔ حلق کے بالوں کو مونڈا جا سکتا ہے کیونکہ وہ داڑھی کا حصہ نہیں ہیں۔